© rasailojaraid.com

مطبوعات

تاریخ فلسفۂ اسلام تالیف ٹ۔ ج۔ دو بوئر فرانسوی۔ ترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب پروفیسر فلسفہ و تعلیمات جامعہ ملیہ اسلامیہ ضخامت ۲۱۰ صفحات قیمت عا۔ مکتبۂ جامعہ دہلی۔

اس کتاب کو فلسفۂ اسلام کی "تاریخ" کسی معنی میں بھی نہیں کہا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ آسے تاریخ فلسفۂ اسلام پر ایک "تبصرہ" کہہ سکتے ہیں، اور علمی حیثیت سے لفظ "تبصرہ" جو وزن رکھتا ہے اگر اس کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ کتاب اس معزز نام سے بھی موسوم ہونے کے لائق نہیں۔ پوری کتاب کو بالاستیعاب پڑھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ مصنف نے فلاسفہ و متکلمین اسلام کی اصل کتابوں کو دیکھا ہی نہیں، یا اگر دیکھا بھی ہے تو بغیر کسی نظم و ترتیب کے ایک آدہ کتاب ادھر سے اور ایک آدہ ادھر سے سرسری طور پر دیکھ لی ہے جو ہرگز کسی سائنٹفک مطالعہ کے لیے کافی نہیں۔ اس کی معلومات تمام تر مستعار ہیں مختلف مغربی مصنفین نے فلسفۂ اسلام پر جو تبصرے لکھے ہیں، ان کو جمع کرکے اس نے اپنے ذہن میں ایک مرقع تیار کرلیا ہے اور اسی مرقع کو وہ ہمارے سامنے "تاریخ فلسفۂ اسلام" کے باوقعت نام سے پیش کرتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ ایک سچے محقق کی طرح وہ اپنے ذہن کو غیر علمی مسلمات اور مشہورات و توہمات سے صاف کرکے، حقائق کو جیسے کہ وہ فی نفسہٖ ہیں، دیکھنے اور سمجھنے کے لیے مستعد نہیں کرتا، بلکہ جو عام غلط فہمیاں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اہل فرنگ میں پھیلی ہوئی ہیں ان کو حقائق کی حیثیت سے قبول کرلیتا ہے اور انہی پر اپنے نظریات کی بنا رکھتا ہے۔ اس نے بغیر کسی تحقیق کے یہ فرض کرلیا ہے کہ اسلام چونکہ ایک امّی قوم میں پیدا ہوا ہے، اور ایک امّی ہی نے اس کی "بنا" رکھی ہے (یہ لوگ محمد عربی صلعم کو اسلام کا "بانی" ہی سمجھتے ہیں) اس لیے "علم" سے اس کو کوئی واسطہ نہیں ہوسکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی "علمی" بیداری یا کسی علمی تحریک کا اس کے لٹریچر اور اس کی تاریخ میں کھوج لگانا ہی عبث ہے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب مسلمانوں میں "علم" آئے گا ——— اور وہ بہرحال باہر ہی سے آئے گا ——— تو اس کی زد سے وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے گا۔ یہ مصنف کا ایک بڑا مفروضہ ہے جو اس تبصرے کی عمارت میں خشتِ اول کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس کی کجی نے آخر تک پوری عمارت کو کج کر دیا ہے۔ ایک دوسرا مفروضہ جس کی حیثیت خشتِ ثانی کی ہے، یہ ہے کہ اہلِ مشرق فطری طور پر تنقید و تحقیق کی صلاحیت سے محروم ہیں، سائنٹیفک اصول پر حقائق کا سراغ لگانا اور ان کو مرتب و مدون کرنا ان کی افتادِ مزاج ہی کے خلاف ہے، اور اس باب میں "سامی ذہن" تو عام مشرقی ذہن کے مقابلہ میں بھی گیا گذرا ہے۔ ان دونوں مفروضات کی بنیاد پر "تاریخ فلسفہ اسلام" کی یہ پوری داستان جو مصنف نے بیان کی ہے، افکارِ اسلام کے نشو و ارتقاء کی ایک ایسی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرتی ہے جس کو دیکھ کر دو مختلف قسم کے آدمی دو مختلف قسم کے اثرات قبول کریں گے۔ جو شخص قبلِ اسلام اور دورِ اسلامی کی علمی تاریخ سے نابلد ہے وہ تو یہ سمجھے گا کہ علم کی شمع ہمیشہ "فرنگی دماغ" کی کارفرمائیوں سے روشن رہی ہے۔ زمانہ قدیم میں یونانی دماغ نے اس کو روشن کیا، اور زمانہ جدید میں مغربی یورپ کی قوموں نے اس کو دیا سلائی دکھائی، بیچ کے دور میں اسلامی ذہن کا کارنامہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نے یونانیوں سے جو کچھ لیا اسے بھی پوری طرح نہ سمجھا، اور فلسفہ کے نام سے محض غلط فہمیوں کا ایک انبار جمع کر دیا۔ بخلاف اس کے جو شخص علم رکھتا ہے، جس کی نظر میں حکماء متقدمین اور حکمائے اسلام دونوں کے کارنامے موجود ہیں، وہ اپنے آپ کو یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور پائے گا کہ مصنف جس موضوع پر کلام کر رہا ہے، اس سے بحث کرنے کا وہ ہرگز اہل نہیں، نہ علمی حیثیت سے اور نہ ذہنی حیثیت سے۔

اس مختصر تنقید میں اتنی گنجائش نہیں کہ مصنف کی غلطیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اس کی غلط فہمیوں اور دانستہ غلط بیانیوں کی توضیح کے لیے اتنی ہی بڑی ایک کتاب کی ضرورت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجملاً ہم صرف اتنا کہیں گے کہ جو شخص عربی علم نحو کی بنیاد کا سراغ یونانی اور عجمی علم اللسان میں تلاش کرتا ہو، جس کا خیال یہ ہو کہ قرآن کی صحت زبان ثابت کرنے کے لیے مسلمانوں کو محاورے تراشنے کی ضرورت پیش آئی تھی، جس شخص کا مبلغ تحقیق یہ ہو کہ ابتدائی دور کے متکلمین نے "اختیار" کا عقیدہ مسیحی استادوں سے لیا تھا، جس شخص کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے مذاہب کلامیہ میں نظامیہ کے سوا کسی کا مذہب "طفرہ" کا قائل نہیں ہے، جو شخص سائنس کی پوری تاریخ سے آنکھیں بند کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہو کہ مسلمان سائنٹیفک معلومات کے ذخیروں کو علمی طریقہ پر مدون و مرتب کرنا جانتے ہی نہ تھے، جو شخص ذکریا رازی کی تصانیف پڑھے بغیر یہ رائے زنی کرنے کی جرأت کرتا ہو کہ اس نے ارسطو اور جالینوس کی کتابوں کو نہیں سمجھا، اور ساری عمر کیمیا گری میں گنوا دی، جو شخص ابن رشد پر یہ الزام لگاتا ہو کہ وہ اسلامی علم دین کو حقیر سمجھتا تھا، اور حقیقت اس کے نزدیک قرآن میں نہیں بلکہ ارسطو کی تصانیف میں تھی، ایسے شخص کو مشکل ہی سے اس کا اہل سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ "فلسفہ اسلام" جیسے اہم موضوع پر کلام کر سکے۔

حیرت یہ ہے کہ جامعۂ ملیہ اسلامیہ کے مکتبہ سے یہ کتاب بغیر کسی تنقیدی مقدمہ اور بغیر کسی حاشیہ کے جوں کی توں شائع کر دی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ اپنے علوم و فنون اور اپنی تاریخ کے متعلق ہمیں دوسروں کی "تحقیقات" یا بیانات سے بھی واقف ہونے کی ضرورت ہے، اور اس لحاظ سے اس کتاب کا ترجمہ شائع کرنا کوئی قابل اعتراض فعل نہیں، بلکہ فائدہ ہی کا پہلو رکھتا ہے۔ مگر جب کہ ہماری زبان میں فلسفۂ اسلام کی معلومات کا ذخیرہ بمنزلہ صفر ہے، اور اردو داں طبقے کے لیے اُن مآخذ تک پہنچنا مشکل ہے جن کو دیکھے بغیر مغربی مصنفین کی غلط بیانیوں کا راز منکشف نہیں ہو سکتا، اس قسم کی کتاب کو بلا تنقید و تحشیہ شائع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں نے ہماری جو غلط اور بھونڈی تصویر کھینچی ہے، اسے ہم خود اپنے ناواقف طالبان علم کے سامنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش کریں اور انہیں یہ نہ بتائیں کہ تمہاری اصلی تصویر کیا ہے۔ اگرچہ فاضل مترجم نے اپنے دیباچہ میں بہت ذبی زبان سے یہ تنبیہی فقرہ لکھدیا ہے کہ "یورپ کے مستشرقین کے لیے عربی غیر زبان ہے، اور وہ مشرقی خیال سے بیگانہ ہیں" اس لیے "اگر اس کتاب میں غلطیاں پائی جائیں تو جائے تعجب نہیں"، لیکن تریاق کی یہ ذرا سی چسکی اس زہر کے مقابلہ میں کوئی اثر نہیں رکھتی جو اس کتاب کے مطالعہ سے، ناواقف اردو دان لوگوں میں پھیلیگا۔ فاضل مترجم کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ "اصل میں یہ کام خود مسلمانوں کا ہے کہ اپنے تمدن کے متعلق خود اپنی قوم کے لیے اور ساری دنیا کے لیے صحیح معلومات بہم پہنچائیں"، مگر جب وہ جامعہ بھی اس کام کو انجام نہ دے جو مسلمانوں کو مغرب کی ذہنی غلامی سے آزاد کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی، تو آخر ہم مسلمانوں کے اور کس طبقہ سے یہ امید رکھیں کہ وہ ہمارے تمدن کی صحیح نمائندگی کرے گا؟

ترجمہ کا نقش ثانی بلاشبہ نقش اول سے بہتر ہے۔ سات برس قبل جو ایڈیشن شائع ہوا تھا اس کے مقابلہ میں اب فاضل مترجم نے ترجمہ کو بہت زیادہ رواں، سلیس اور بامفہوم بنا دیا ہے۔ تاہم اتنی اصلاح کے بعد بھی ترجمہ کو پڑھتے وقت اکثر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ اسلامی فلسفہ کا بیان نہیں ہے۔ مصنف اور مترجم دونوں اسلامی حکماء اور متکلمین کی اصل کتابوں پر نظر نہیں رکھتے، اس لیے ترجمہ در ترجمہ ہو کر ان کے خیالات کی صورت کچھ سے کچھ ہو گئی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ مترجم نے قدیم اصطلاحات کو چھوڑ کر نئی اصطلاحات وضع کی ہیں جن سے اجنبیت اور بڑھ گئی۔ مثلاً (Categories) کے لیے قدیم اصطلاح "مقولات" ہے۔ مترجم نے اس کو چھوڑ کر "ابواب" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ پرانی اصطلاح کے مقابلہ میں یہ نئی اصطلاح موزوں ہے یا نہیں، علوم و فنون میں جو اصطلاحات رائج ہو چکی ہوں اور رواج کی قوت سے اپنے معانی موضوع لہا پر دلالت کرتی ہوں ان کو نئی اصطلاحات سے بدلنا بہرحال قابل احتراز ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Sense-Organ) کا ترجمہ "الحاسّہ" درست نہیں۔ "عضو حاس" یا "آلہ احساس" یا صرف "حاس" کہنا چاہیے۔ (Substantial) کے لیے قدیم اصطلاح "جوہری" ہے، اسے چھوڑ کر "جوہر آسا" کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ (activity) کے لیے "فعالی" کی اصطلاح درست نہیں۔ فعل اور فعلیت اور فاعلیت کی اصطلاحیں پہلے سے رائج ہیں۔ (Predestinatinoist) کے لیے "قدری" نہیں بلکہ "جبری" کی اصطلاح ہے۔ "قدری" اس کو کہتے ہیں جو انسان کے لیے آزاد ارادہ (free-will) کا قائل ہو۔ "متکثر" یا "متعدد" کے لیے مترجم نے "کثرت آسا" کی اصطلاح استعمال کی ہے جو بالکل غیر مانوس ہے۔ (Phenomena) کے لیے انہوں نے "مظاہر" کا لفظ پسند کیا ہے، مگر قدیم اصطلاح "آثار" ہے اور یہی لفظ قرآن میں بھی اس معنی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح "نوری" یا "نورانی" کے لیے "نور آسا"، "احاطہ کے معنی میں "احصار"، "علم الاحکام" یا "فقہ" کے لیے "علم الفرائض"، "آن" کے لیے "غیر ممتد لمحہ" کی اصطلاحیں بھی نامناسب ہیں اور ان میں اصلاح کی ضرورت ہے۔

A New Muslim World In Making تالیف حافظ فضل الرحمٰن انصاری بی۔ اے علیگ۔ شائع کردہ آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی، سنگاپور۔

فاضل مصنف مسلمان قوم کے ان نوجوانوں میں سے ہیں جن سے بڑی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ ابھی ان کا زمانہ طالب علمی ختم بھی نہیں ہوا ہے اور ابھی سے انہوں نے قابل قدر علمی خدمات انجام دینی شروع کر دی ہیں۔ اپنی اس تازہ تصنیف میں وہ عہد جدید کی تاریخ کا بالکل ایک نیا باب پیش کرتے ہیں جس کو آرنلڈ کی (Preaching of Islam) کا بہترین ضمیمہ کہا جاسکتا ہے۔ زمانہ حال میں اسلام اپنے پیرؤوں کی مادی اور روحانی کمزوریوں کے باوجود جس طرح ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ، اور کرۂ زمین کے بعید ترین جزائر میں پھیلا ہے اور پھیلتا جارہا ہے اس کی ایک مکمل تصویر آپ

© rasailojaraid.com